112025 ـ ماں اور خاوند كے درميان مشكلات

سوال

مجھے پتہ نہيں چل رہا كہ ميں اپنى مشكل بيان كرنے ابتدا كہاں سے كروں، ميرى والدہ ميرى بيمارى كى بنا پر مجھے ملنے والے مال كى وجہ سے ميرى شادى كرنے سے انكار كرتى تھيں، لہذا ميں نے فيصلہ كيا كہ شادى كى ويب سائٹ ميں اندارج كراؤں اور ميرے والد صاحب نے ميرا ساتھ ديا، اور چار ماہ قبل ميرى شادى ہو گئى، ليكن اس شخص نے مجھے نہ ديكھا اور ميں نے اسے نہيں ديكھا اس كے بغير ہى شادى ہو گئى، وہ سيدھا گھر آيا وہ شادى شدہ اور تنگ دست انسان ہے اس كى پہلى بيوى ملازمت كركے گھر كے كرايہ وغيرہ ميں اس كى معاونت كرتى ہے، وہ اپنى سالانہ چھٹيوں ميں دو دن كے ليے آتا ہے، اور چھٹياں ختم ہونے ميں ايك دن مغرب كے وقت آتا اور فجر كے وقت چلا جاتا ہے، كيونكہ اس كى ملازمت والى جگہ كا سفر تين گھنٹے ميں طے ہوتا ہے. ميں اس كے مالى حالات كى بنا پر اپنے والدين كے ساتھ ہى رہتى ہوں، ليكن ميرى والدہ ميرا مذاق اڑا كر كہتى ہے تيرا خاوند بھاگ گيا ہے، يا وہ واپس نہيں آئيگا، اور مجھ سے پيسے مانگتى ہے، ميرے ماہانہ اخراجات ايك ہزار اماراتى درہم ہيں ميں اسے پانچ سو درہم ديتى ہوں ليكن وہ مجھ سے روزانہ پيسے طلب كرتى رہتى ہے جس كى وجہ سے ميرى خاوند كے ساتھ مشكلات پيدا ہو رہى ہيں، ميرا خاوند نہيں جانتا كہ ميں كس حالت ميں ہوں ميں نے اس سے جھگڑا بھى كيا ہے، اور اس كى ملازمت والى جگہ پر ٹيلى فون بھى كيا ہے اور اس كو خط بھى بھيجے ہيں، وہ بہت زيادہ مصروف ہے اس ليے وہ ناراض ہو گيا اور جب ميں نے اسے بتايا كہ ميرى والدہ كہتى ہے كہ وہ گيا ہے اور اب واپس نہيں آئيگا تو اس نے ميرى والدہ كا موقف پكڑ ليا ہے اور وہ ايسا نہيں رہا جيسا تھا، دو ماہ سے اس نے مجھ سے رابطہ بھى نہيں كيا، ميں ہى اس سے رابطہ كرتى ہوں اور بعض اوقات وہ جواب بھى نہيں ديتا، ميں نے اسے راضى كرنے كى كوشش كى ہے ليكن كوئى فائدہ نہيں ہوا، ميں نے اسے قريب كرنے كے ليے ہديہ بھى ديا ہے ليكن ميں محسوس كرتى ہوں كہ وہ ميرے ساتھ خشك رويہ بنا چكا ہے، مجھے اس كا كوئى حل نہيں مل رہا، ميرى تباہى كا سبب ميرى والدہ ہے، برائے مہربانى مجھے كوئى حل بتائيں ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

فضائى چينلوں اور ويب سائٹس اور انٹرنيٹ مجالس كے ذريعہ شادى كرانا سلبيات سے خالى نہيں، اور ہمارى رائے كے مطابق تو يہ شادياں اكثر طور پر ناكام ہى ہوتى ہيں، اور ايسے لوگ بھى ہيں جو اسے تفريح اور متعہ كا ذريعہ

بناتے ہيں، اور كچھ ايسے بھى ہوتے ہيں جو اسے لہو و لعب اور كھيل بنا كر كھيلتے ہيں، اور يہ لوگ مستقل طور پر استقرار كى كوشش نہيں كرتے، اور نہ ہى حقيقتا يہ شريك حيات تلاش كرتے ہيں كہ كوئى گھر بسايا جائے اور خاندان بنايا جائے، اور نادر كو كوئى حكم نہيں ديا جاتا، اس ليے ہم اپنے بہن بھائيوں كو اس طريقہ سے شريك حيات كى تلاش كرنے سے منع كرتے ہيں.

دوم:

آپ كا شادى سے قبل اپنے ہونے والے شوہر نہ ديكھنا، اور اس كا آپ كو نہ ديكھنے ميں شرعى مخالفت پائى جاتى ہے، اور شادى سے قبل ايك دوسرے كو ديكھنے ميں شريعت كى حكمت يہ ہے كہ ايسا كرنے سے ان كى ازدواجى زندگى اور گھر ميں زيادہ دوام ہوگا، لہذا ايك دوسرے كو ديكھنا قبول كى ابتدا يا انكار ہے، ليكن اچانك ہر ايك كا دوسرے كو سہاگ رات ميں ديكھنا يہ شريعت كے بھى مخالف ہے اور عقل كے بھى؛ كيونكہ ہر ايك اپنے ذہن اور خيال ميں اپنے شريك حيات كى ايك تصوير بنا كر ركھتا ہے، اور جب اچانك اسے اس تصوير كے علاوہ كچھ اور نظر آتا ہے تو پھر مشكلات اور پريشانياں شروع ہو جاتى ہيں، اور جدائى اور فراق كى ابتدا ہو جاتى ہے.

ابو ہريرہ رضى اللہ تعالى عنہ بيان كرتے ہيں كہ ميں نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے پاس تھا كہ ايك شخص آيا اور آپ كو بتايا كہ اس نے انصار كى ايك عورت سے شادى كى ہے تو رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے اسے فرمايا:

" كيا تم نے اسے ديكھا ہے ؟

تو اس نے عرض كيا: نہيں، رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" جاؤ جا كر اسے ديكھو؛ كيونكہ انصار كى آنكھوں ميں كچھ ہوتا ہے "

صحيح مسلم حديث نمبر (2414).

اور مغيرہ بن شعبہ رضى اللہ تعالى عنہ بيان كرتے ہيں كہ ميں نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے پاس آيا اور اپنى منگيتر كا ان كے سامنے ذكر كيا تو رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" جاؤ جا كر اسے ديكھو، كيونكہ يہ تمہارے درميان دوام كے ليے زيادہ بہتر ہے "

سنن ترمذى حديث نمبر (1087) ترمذى نے اسے حسن قرار ديا ہے، سنن نسائى حديث نمبر (3235) علامہ البانى رحمہ اللہ نے اسے صحيح ترمذى ميں صحيح قرار ديا ہے، امام ترمذى كہتے ہيں:

" احرى ان يؤدم بينكما " كا معنى يہ ہے كہ: يہ تمہارے مابين محبت و مودت كے دوام كے زيادہ لائق ہے.

سوم:

آپ كى والدہ كے شايان شان اور زيادہ لائق تو يہ تھا كہ وہ آپ كے والد كے قدم كے ساتھ قدم ملاتى اور آپ كو شادى كى ترغيب دلاتى، اور آپ كے ساتھ كھڑى ہوتى، حالانكہ اسے علم تھا كہ آپ كى شادى ميں ہى آپ كى عفت و عصمت چھپى ہے، اور عقلمند مائيں تو اسى چيز كى كوشش كرتى ہيں كہ وہ اپنى بيٹيوں كى اپنے ہاتھوں شادي كرتى ہيں.

اور اس وقت رحمدل ماں كتنى سعادت و خوشى حاصل كرتى ہے جب وہ اپنى بيٹى كو اپنے خاوند كے گھر سدھارتى ديكھتى ہے، تا كہ وہ زوجيت كا ايك نيا گھونسلہ اور گھروندا تيار كريں، اور اطاعت و فرمانبردارى پر گھر كى اساس و بنياد ركھيں، جس ميں محبت و مودت بھرى ہو.

اور اسى وقت آپ كے خاوند كو يہ حق نہيں تھا كہ وہ آپ كى والدہ كے كلمات سے غضبناك ہو كر آپ كو چھوڑ ديتا اور آپ كے پاس آنا ہى چھوڑ ديتا، آپ نے جو اپنى والدہ كى كلام ذكر كى ہے اس ميں تو كوئى ايسى بات نہيں جو ان باتوں كا باعث بنتى؛ لگتا ہے كہ وہ شخص كوئى ايسا بہانہ اور فرصت تلاش كر رہا تھا، اور آپ كى والدہ كى كلام اس كے ليے اس شادى سے چھٹكارے كا ذريعہ بن گئى جس شادى ميں اس كى رغبت ہى نہ تھى.

بہر حال آپ كے والد كو چاہيے كہ وہ اس معاملہ ميں دخل دے، اور اسے آپ كے خاوند كو جتنى جلدى ہو سكے ملنا چاہيے اور وضاحت و صراحت كے ساتھ اس سے بات چيت كرنى چاہيے اور خاوند كو بھى چاہيے كہ وہ اس شادى كے انجام كا فيصلہ كرے يا تو وہ خاوند بن كر واپس آئے اور آپ كو اللہ كى جانب سے واجب كردہ حق دے، يا پھر آپ كو اچھے طريقہ سے چھوڑ دے اور آپ كے جو حقوق بنتے ہيں وہ بھى ادا كرے، پھر آپ اللہ سبحانہ و تعالى سے دعا كريں كہ وہ آپ كى اس مصيبت ميں اجر سے نوازے اور آپ كا اس كا نعم البدل عطا فرمائے.

خاوند كو حق نہيں كہ وہ ٹال مٹول سے كام لے اور جواب ميں دير كرے، اور نہ ہى اسے حق ہے كہ اس كے دل ميں جو ہے اسے آپ سے چھپائے، بلكہ اسے ظاہر كرنا چاہيے؛ تاكہ آپ اپنى راہ كو متعين كريں، اور كسى ايسے شخص كى ذلت ميں نہ رہيں جس كو آپ كے ساتھ زوجيت كے ساتھ رہنے كى رغبت ہى نہيں.

اسى طرح اسے يہ بھى حق نہيں كہ آپ كى والدہ كى طرف سے ہونے والى كلام كى سزا آپ كو دے، كيونكہ اس ميں آپ كا تو كوئى گناہ نہيں، اور نہ ہى آپ اس كے اثرات كو برداشت كرينگى، آپ نے اپنى والدہ كى صحيح كلام اسے بتا كر بہت بڑى غلطى كى ہے.

چہارم:

اگر آپ كا خاوند آپ كى طرف رجوع كر كے آتا ہے تو اسے آپ كے متعلق اللہ سے ڈرنا چاہيے، اور آپ كے ساتھ حسن معاشرت اختيار كرنى چاہيے، اسى طرح اس پر يہ بھى واجب ہے كہ وہ آپ اور اپنى دوسرى بيوى كے پاس رات

بسر کرنے میں مابین عدل و انصاف کرے، اور اخراجات و نفقہ اور لباس میں بھی عدل کرے، اس کے لیے پہلی بیوی کو اس کی مالداری کی وجہ سے آپ پر فضیلت دینا حلال نہیں، اور نہ ہی آپ کے فقر و تنگ دستی کی بنا پر آپ کے حق سلب کرنا حلال ہے.

لیکن یہ ہے کہ اگر آپ اپنی مرضی سے اپنے کچھ حقوق چھوڑ دیں، اللہ سبحانہ و تعالی نے ایك سے زیادہ بیویاں رکھنے والوں پر اپنی بیویوں میں عدل و انصاف کرنا واجب کیا ہے، اور انہیں ان پر ظلم و ستم کرنے اور ان کے حقوق سلب کرنے سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جس کی دو بیویاں ہوں تو وہ ان میں سے کسی ایك کی طرف مائل ہو تو روز قیامت اس حال میں آئیگا کہ اس کی طرف مائل ہو گی "

سنن ترمذی حدیث نمبر (1141) سنن نسائی حدیث نمبر (3942) سنن ابو داود حدیث نمبر (2133) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1969) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں:

" حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص استطاعت کے باوجود اپنی بیویوں کے مابین عدل وانصاف نہیں کرتا اس کے لیے شدید وعید ہے، اور وہ بیویوں کے نفقہ اور مسکن اور لباس وغیرہ میں برابری کرے.

اور یہاں شق سے مراد آدھا حصہ ہے کہ اس کے ظلم و ستم کی سزا میں اس کا آدھا حصہ مائل ہوگا؛ کیونکہ سزا بھی جنس عمل سے ملےگی، جس طرح وہ اپنی بیوی کے ساتھ کرتا تھا تو اللہ تعالی نے اس کا آدھا حصہ ہی مائل کر دیا، اور بطور سزا اس کے جسم کو غیر متوازن اور غیر معتدل بنا دیا.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

﴿ چنانچہ تم ایك بیوی کی جانب ہی مکمل طور پر مائل نہ ہو جاؤ، اور (دوسری کو) معلق چھوڑ دو ﴾النساء (129).

دیکھیں: المنتقى من فتاوى الشيخ الفوزان (4 / 179) سوال نمبر (194).

بیویوں کے مابین عدل و انصاف کے بارہ میں تفصیلی کلام کئی ایك سوالات کے جوابات میں گزر چکی ہے، اس لیے آپ سوال نمبر (10091) اور (20455) اور (34701) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

پنجم:

آپ كو علم ہونا چاہيے كہ والدہ كے ساتھ حسن سلوك آپ كے ليے حتمى ہے، اور آپ كے ليے والدہ سے قطع تعلقى اور برا سلوك كرنا حرام ہے، چاہے والدہ سے جو كچھ بھى ہوا ہے، بلكہ آپ كو چاہيے كہ والدہ كو بہتر طريقہ سے نصيحت كريں، اور اس كى بہتر اور اچھے اقوال و اعمال اور احسن اسلوب كے ساتھ راہنمائى كريں.

ابو ہريرہ رضى اللہ تعالى عنہ بيان كرتے ہيں كہ:

" ايك شخص رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے پاس آيا اور عرض كى:

اے اللہ تعالى كے رسول صلى اللہ عليہ وسلم لوگوں ميں ميرے ليے سب سے زيادہ حسن سلوك كا مستحق كون ہے ؟

تو رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

تيرى والدہ.

اس شخص نے عرض كيا: پھر كون ؟

تو رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: پھر تيرى ماں.

اس شخص نے عرض كيا پھر كون ؟

تو رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: پھر تيرى ماں.

اس شخص نے عرض كيا: پھر كون؟

تو رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: پھر تيرا والد "

صحيح بخارى حديث نمبر (5626) صحيح مسلم حديث نمبر (2548).

امام نووى رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" اس حديث ميں رشتہ داروں سے نيكى اور حسن سلوك كى ترغيب دلائى گئى ہے، اور ان سب سے ميں حسن سلوك كى زيادہ مستحق والدہ ہے، اس كے بعد پھر والد اور پھر قريب سے قريب تر رشتہ دار.

علماء كرام كا كہنا ہے: ماں كو باپ پر مقدم كرنے كا سبب يہ ہے كہ ماں ہى بچے كى زيادہ تكليف برداشت كرتى

ہے، اور اس پر شفقت کرتی ہے، اور بچے کی خدمت کرتی ہے، اور پھر وہ بچے کے حمل کی مشقت بھی برداشت کرتی اور پھر اس حمل کے وضع کرنے کی بھی تکلیف اور پھر اسے دودھ پلانے کی تکلیف اور مشقت برداشت کرتی ہے، اور پھر اس کی تربیت و پرورش کی اور بیمار ہونے کی صورت میں تیمار داری وغیرہ بھی ماں ہی کرتی ہے "

دیکھیں: شرح مسلم للنووی (16 / 102).

آپ نے اپنی آدھی تنخواہ اور آمدنی والدہ کو دے کر ایك بہت ہی اچھا کام کیا ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ نے جو خرچ کیا ہے آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے، اور اس پر آپ کو اجر عظیم سے نوازے.

اور آپ کی ماں کو حق نہیں کہ وہ ایسی چیز طلب کر کے آپ پر تنگی کرے جس میں اس کا حق نہیں، اور نہ ہی آپ پر اسے اپنا مال دینا واجب ہے، لیکن اگر آپ اس کی استطاعت اور قدرت رکھتی ہیں، اور والدہ کو شدید ضرورت ہو اور اس کے پاس اخراجات کے لیے رقم نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی خرچ کرنے والا ہو تو آپ حسب استطاعت اس کا تعاون کریں.

اور والدین میں سے کسی ایك کو بھی حق نہیں کہ وہ اپنی اولاد کے مال پر تسلط قائم کرے، اور بہت سارے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا غلط مفہوم لیتے ہیں:

" تم اور تمہارا مال اپنے باپ کے ہو "

اس کا یہ معنی نہیں کہ والدین اپنی اولاد کے مال پر تسلط جما لیں، اور نہ ہی وہ اپنی اولاد کے مال میں شریك ہو جائینگے اگر یہ مفہوم صحیح ہوتا تو بیٹے کی وفات کے وقت باپ سارا مال لے لیتا.

بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ: باپ کے لیے - اور اس میں ماں بھی شامل ہے - اپنی اولاد کے مال میں حق ہے، اگر ان کے پاس مال نہ ہو اور اولاد انہیں دینے اور ان پر خرچ کرنے پر قادر ہوں تو وہ اولاد کے مال سے بقدر ضرورت لے سکتے ہیں.

اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ ہم درج سوالات کے جوابات میں بیان کر چکے ہیں، اس لیے آپ سوال نمبر (13662) اور (4282) اور (82761) اور (9594) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ کے معاملہ میں آسانی پیدا فرمائے، اور آپ کی تکلیف اور مشکل کو دور کرے، اور آپ اور آپ کے خاوند کو خیر و بھلائی پر جمع فرمائے.

واللہ اعلم .